بھیک اور گداگری

یاسر بلال
فاضل جامعہ سلفیہ

اس معاشرے میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو زکوٰۃ اور خیرات کو جمع کرنے کو پیشہ بنائے ہوئے ہیں پھر انہیں مانگنے کی اس قدر لت پڑ گئی ہے کہ نہ وہ کوئی کام کرنا پسند کرتے ہیں اور نہ مانگنے میں کسی قسم کی شرم وحیا محسوس کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب جسم کے اچھے اور ہاتھ پاؤں کے تندرست ہوتے ہیں اور کمانے کی پوری صلاحیت ان کے اندر موجود ہوتی ہے۔

حقیقت میں یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو لوگوں کے سامنے اپنی غریبی کا جھوٹا رونا روتے ہیں۔ چاپلوسی، جی حضور اور خوشامد کا سہارا لے کر مالداروں کے گرد منڈلاتے ہیں۔ بھیک کے ٹکڑوں پر گزارہ کرتے ہیں لیکن محنت کی روٹی توڑنا گوارا نہیں کرتے۔

ان لوگوں کے متعلق اسلام کا فیصلہ ہے کہ وہ جب تک تندرست ہیں کمانے کی سکت رکھتے ہیں انہیں زکوٰۃ اور خیرات لینے کا کوئی حق نہیں، پھر ان احادیث کی روشنی میں غور کیجئے کہ ناحق زکوٰۃ وخیرات اور بھیک مانگنے والوں کا انجام کیا ہوگا چنانچہ ارشاد ہے **لا تحل الصدقة** (دارمی؛ کتاب الزکاۃ رقم 1439۔ ابن ماجہ؛ کتاب الزکاۃ رقم 1939۔ ترمذی؛ کتاب الزکاۃ رقم 652)

''کسی غنی یا تندرست وتوانا کیلئے صدقہ جائز نہیں''

ایک مرتبہ دو آدمی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور زکوٰۃ کے فنڈ سے کچھ رقم بطور امداد طلب کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لا حظ فيها لغني ولا لقوي مكتسب

(ابوداؤد؛ کتاب الزکاۃ رقم 1633۔ نسائی؛ کتاب الزکاۃ رقم 2599)

''وہ شخص زکوٰۃ کا مستحق نہیں جو طاقتور ہو اور کمانے کی صلاحیت رکھتا ہو یا یہ کہ اس کے پاس سرمایہ ہو''

یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کام سے جی چرانے اور سستی اور کاہلی کرنے والوں کو صدقہ وخیرات سے ہمیشہ دور رکھا تا کہ یہ اپنی حیثیت کے مطابق کسی روزگار سے لگے رہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛

مایزال الرجل یسئل الناس حتی یاتی یوم القیامة ولیس فی وجهه مزعة لحم

(بخاری؛ کتاب الزکاۃ' رقم 1474۔ مسلم؛ کتاب الزکاۃ رقم 2396 'نسائی؛ کتاب الزکاۃ رقم 2586 'مسند احمد 15/2 رقم 4624)

''تم میں جو کوئی بھیک مانگتا ہے وہ جب خدا کے سامنے جائے گا تو اس کے چہرے پر گوشت کی ایک بوٹی بھی نہ رہے گی''

حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛

من سال الناس اموالهم تكثرا فانما يسئل جمرا فليستقل اوليستكثر)

(بخاری؛ کتاب الزکاۃ' رقم 2399 'ابن ماجہ کتاب الزکاۃ رقم 1838)

''جس نے (پائی پائی جوڑنے کیلئے) سوال کیا درحقیقت وہ (روپیہ کا نہیں) آگ کا سوال کرتا ہے۔ اب یہ اس کا کام ہے کہ آگ کے اس ڈھیر کو وہ چاہے کم کرے یا زیادہ کرے''

پائی پائی جوڑنے کا مطلب یہی ہے کہ آدمی بلاضرورت محض حرص اور لالچ کے تحت بھیک مانگے۔ صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر صدقہ کرنے اور مانگنے اور نہ مانگنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا؛

اليدالعليا خير من اليد السفلى

(بخاری؛ کتاب الوصایا رقم 275 'مسلم؛ کتاب الزکاۃ رقم 2385 'ابوداؤد؛ کتاب الزکاۃ رقم 1448 'ترمذی' کتاب الزہد رقم 2343)

''اوپر والا ہاتھ (دینے والا) نیچے والے ہاتھ (لینے والے) سے بہتر ہے''

لان يغدو احدكم فيحتطب على ظهره فيتصدق منه و يستغنى عن الناس خيرله من ان يسال رجلا اعطاه اومنعه ذلك فان اليدالعليا......

(بھیک سے بچنے کیلئے یا خیرات کرنے کیلئے) تم میں سے کوئی اگر جنگل سے لکڑیاں اپنی پیٹھ پر لادے تو یہ مانگنے سے بہتر ہے اس لیے کہ بھیک بھی کبھی ملتی ہے کبھی نہیں اور پھر اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

(بخاری؛ کتاب الزکاۃ رقم 1470 'ترمذی؛ کتاب الزکاۃ 280 'نسائی؛ کتاب الزکاۃ رقم

2590' مسند احمد 2/243 رقم 7275)

من سال مسالة وهو عنها غنی كانت شيئا فی وجهه يوم القيمة

(مسند احمد 5/281 رقم 21914)

''جس نے بلاضرورت سوال کیا' اس کا اثر قیامت کے روز اس کے چہرے پر ہوگا''

لا يفتح عبدباب مسالة الا فتح الله عليه باب فقر

(مسند احمد 4/231' رقم 17470' ترمذی: ابواب الزہد رقم 2325)

''جس نے بھیک مانگنے کا راستہ اختیار کیا اللہ اس کیلئے غریبی اور افلاس کا دروازہ کھول دیتا ہے''

ان رجلا اتى النبی صلی الله علیه وسلم فساله فاعطاه فلما وضع رجله علی اسكفة الباب قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لوتعلمون مافی المسئلة مامشی احد الىٰ احد يساله شيئا

(نسائی؛ کتاب الزکاۃ رقم 2587)

''ایک شخص نے آپ کے پاس آ کر سوال کیا آپ نے اسے مرحمت فرمایا پھر جب اس نے گھر کی دہلیز پر قدم رکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛

مانگنے کی خرابی لوگ جان لیں تو کسی کے دروازے پر جانے کی ہرگز ہمت نہ کریں''

المسائل كدوح يكدح بها الرجل وجهه فمن شاء ابقىٰ علىٰ وجهه ومن شاء ترک الا ان يسال الرجل ذاسلطان اوفی امر لا يجد منه بدا

(مسند احمد؛ 1915 رقم 19707' ترمذی: ابواب الزکاۃ رقم 281' ابوداؤد؛ کتاب الزکاۃ رقم 1639' نسائی؛ کتاب الزکاۃ رقم 2600)

''سوال کرنا خراش کے ہم معنی ہے جو کوئی سوال کرتا ہے وہ اپنا چہرہ نوچتا ہے لہٰذا جو چاہے اسے باقی رکھے اور جو چاہے ترک کر دے البتہ یہ صورت مستثنیٰ ہے کہ کسی صاحب اقتدار سے مانگے؛ یا سخت مجبوری کے تحت مانگے''

معلوم ہوا کہ بھیک مانگنے سے چہرے کی رونق چلی جاتی ہے البتہ ذیل کی صورت مستثنیٰ ہیں۔

(1) ایک یہ کہ بوقت ضرورت حاکم وقت سے سوال کیا جائے' جو اسلامی شریعت کی رو سے اس امر

کیلئے بھی مامور ہوتا ہے۔

(2) دوسرے یہ کہ سخت اور از حد مجبوری کی حالت میں کسی سے بھی سوال کیا جائے جو اس کی ضرورت پوری کرنے پر قادر ہو۔ لیکن یہ یاد رہے کہ مجبوری کی حالت میں اجازت بھی بقدر ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے ضرورت سے زیادہ سوال کرنا غلط ہے۔

دراصل اس قدر پیش بندی اور احتیاط کی وجہ یہ ہے کہ جیسا کہ علامہ ابن القیمؒ نے فرمایا؛

''لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانا خدا کے ساتھ' اس کے بندوں کے ساتھ اور خود اپنے ساتھ زیادتی اور ناانصافی ہے۔''

(1) خدا کیساتھ ناانصافی اس طرح ہوگی کہ سائل غیر اللہ سے مدد کا طالب ہوگا غیروں کے سامنے اپنی بے چارگی اور غربت ظاہر کریگا اور خدا کی ذات سے اس کا اعتماد ہٹ جائیگا۔

(2) خود اپنے ساتھ ناانصافی اس طرح ہوگی کہ سائل اپنی جیسی مخلوق کے سامنے اپنی خودی کو مجروح کریگا۔ صبر وشکیب' خدا پر توکل اور بندوں سے بے نیازی کو ایک طرف ڈال کر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کو بطور پیشہ اختیار کریگا۔

(3) بندوں کے ساتھ ناانصافی اس طرح ہوگی کہ دینے کی صورت میں وہ زیر بار ہونگے اور نہ دینے کی صورت میں ہدف ملامت بنیں گے یا خود شرمندہ اور نادم ہونگے (ناحق مانگنے کا حکم یہ ہے البتہ حقوق طلب کرنا اس سے مستثنیٰ ہے) (مدارج السالکین از علامہ ابن القیمؒ ج'۱ص 232-233)

علم حکام کی (اگر خوش قسمتی سے کہیں انکا وجود ہو) ایک اہم ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ بے روزگاروں کو بے یارومددگار نہ چھوڑیں۔ تندرست اور کمانے کے لائق افراد کی نگرانی کریں اور خاص طور پر ایسے لوگوں پر کڑی نظر رکھیں جو گداگری کو اپنا پیشہ اور زکوٰۃ کو اپنا حق سمجھ بیٹھے ہیں جو لوگوں کا مہمان بننا پسند کرتے ہوں جبکہ زکوٰۃ لینا ان کے لیے حرام اور لوگوں سے سوال کرنا حد درجہ قابل نفرت ہے۔

پھر اگر حاکم وقت ضرورت محسوس کریں تو اس قسم کے لوگوں کو قرار واقعی سزا دے سکتے ہیں اس لیے شریعت کا مسلمہ فیصلہ اور قاعدہ ہے کہ جس غلطی کی سزا شریعت میں مقرر نہ ہو۔

حاکم وقت اپنے طور پر اس کی مناسب سزا تجویز کر سکتا ہے

گداگروں کے ہتھکنڈے

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ گداگری اور بھیک مانگنے کی مختلف عجیب وغریب صورتیں ہیں بلکہ بعض لوگ جو اس کے عادی ہو چکے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بھی ایک پیشہ ہے اس سلسلے امام غزالیؒ نے اپنی کتاب ''احیاء العلوم'' میں چند انتہائی ٹھوس حقائق پیش کیے ہیں۔ چنانچہ معاشی ذرائع اور صنعت وحرفت کی مختلف صورتوں کا جائزہ لینے کے بعد امام صاحب موصوف لکھتے ہیں:

''بعض پیشے ایسے ہوتے ہیں جنہیں قدرے مشقت اور مناسب تربیت کے بعد ہر کوئی اختیار کر سکتا ہے لیکن یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ کچھ لوگ بچپن کی لاپرواہی کیوجہ سے محنت کرنے کے عادی نہیں بنتے' یا کسی وجہ سے وہ عادی نہیں بن پاتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کام سے ناواقف ہونے کا بہانہ بنا کر یہ لوگ کام کرنے سے دستبردار ہو جاتے ہیں اور دوسروں کے ٹکڑوں پر گزارہ کرنا پسند کر لیتے ہیں اور جب یہ نوبت آ جاتی ہے تو گداگری اور اٹھائی گیری جیسے دو گھٹیا قسم کے پیشے وجود میں آتے ہیں اور ہم جوان کی کڑی کام سے جی چرانے سے ملاتے ہیں تو اسی لیے کہ محنت نہ کرنا اور دوسرے کی کمائی میں حصہ لگانا' اٹھائی گیری اور گداگری میں مشترکہ طور پر پایا جاتا ہے!

پھر جس وقت عوام اٹھائی گیروں سے چوکنا ہو کر اپنے گھر بار کی نگرانی شروع کرتے ہیں تو یہ لوگ بھی مجبوراً پیٹ کی آگ بجھانے کیلئے اپنے دماغ پر زور دیکر نئے نئے ہتھکنڈے اور نت نئی چالیں سوچتے ہیں چنانچہ جنکا ذہن چوری کی طرف مائل ہوتا ہے وہ ٹولیاں اور ٹکریاں بنا کر پہلے کچھ طاقت حاصل کرتے ہیں اور پھر ایک زبردست گینگ کی شکل اختیار کر لینے کے بعد ڈکیتی اور رہزنی کیلئے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ اور جو ذرا ڈرپوک ہوتے ہیں وہ پس پردہ سازشوں اور ہاتھ کی صفائی میں لگ جاتے ہیں اور نقب زنی گرہ کٹی یا عیاری ومکاری سے کسی راستے کو اپنا کر روپے اینٹھنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔

لیکن جو چوری کو برا سمجھتے ہیں مگر محنت بھی نہیں کرنا چاہتے ایسے لوگ جب دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں اور یہ طعنے سنتے ہیں کہ جاؤ محنت کرو جیسے دوسرے کما کر کھاتے ہیں تم بھی کماؤ کھاؤ اس طرح ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے کیا حاصل پھر تمہیں تو یوں ہاتھ بھی نہیں پھیلانا چاہیے اس قسم کی تیز وتند باتیں جب ان کے کانوں میں پڑتی ہیں تب لوگوں کی مٹھی سے روپیہ نکالنے کیلئے یہ لاکھ جتن کرتے ہیں اور اپنی مسکینی محتاجی اور لاچارگی کو ثابت کرنے کیلئے طرح طرح کے ڈھونگ رچاتے ہیں اس میں شک نہیں کہ ان کی

بعض حرکتیں اس قدر اوچھی ہوتی ہیں جو حقیقت میں انہیں قابل رحم بنا دیتی ہیں' مثال کے طور پر کچھ تو سچ مچ اندھے بن جاتے ہیں یا کسی اندھے کے سرپرست بن بیٹھتے ہیں اور نہیں تو کسی فالج زدہ' پاگل' اپاہج' یا بیکار کا روپ دھار لیتے ہیں یہاں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ایسا کرنے میں انہیں خود زحمت اٹھانی پڑتی ہے مگر یہ نادان اس کی مطلق پروا نہیں کرتے ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو کچھ من گھڑت باتیں اور مضحکہ خیز کرتب سیکھ لیتے ہیں تاکہ لوگ ان کے فریب میں آ جائیں اور وارفتگی اور بے خیالی میں کچھ سکے جیب سے نکل کر اس کے ہاتھ لگ جائیں خواہ بعد میں انہیں اپنی نادانی پر افسوس کیوں نہ ہو' پھر عام طور سے یہ لوگ سچے جھوٹے قصے' مقفی عبارتیں اور جوشیلی نظموں کا سہارا لیتے ہیں' جنہیں اچھی آواز سے دلنشین انداز میں سناتے ہیں۔

ان کی تاثیر اس وقت سوا ہو جاتی ہے جب ان میں مذہب کی آمیزش یا حسن وعشق کا سوز وگداز شامل ہو جاتا ہے کچھ لوگ ساز و آواز کا سہارا لیتے ہیں اور چنگ ورباب سے لوگوں کو مسحور کرتے ہیں ان پڑھ اور سیدھے سادے لوگوں کو جھانسہ دیکر روپیہ اینٹھنے کا کام وہ لوگ بھی کرتے ہیں جو گنڈے' تعویز اور جھاڑ پھونک سے بیماریوں اور آسیب کے علاج کا دعویٰ کرتے ہیں انہیں کے نقش قدم پر نجومی' جیوتشی اور فال کھولنے والے چلتے ہیں اس زمرہ میں وہ چرب زبان واعظین بھی آتے ہیں جو عوام کی نادانی اور اپنی ہوشیاری کیوجہ سے منبروں تک پہنچ جاتے ہیں ان میں علمی قابلیت برائے نام ہوتی ہے لیکن عوام کو رام کرنے اور ان کی جیبیں خالی کرنے میں یہ بڑے ماہر ہوتے ہیں' یہی وجہ ہے کہ ان کے نشانے بہت کم خطا کرتے ہیں قصہ کوتاہ! روپیہ اینٹھنے کے ان طریقوں کو شمار کیا جائے تو ان کی تعداد سینکڑوں سے اوپر چلی جائے گی (احیاء العلوم الدین ج 3 ص 221-222-223)

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ کی یہ دوررس نگاہیں تھیں جس نے چوری اور گداگری کی مختلف شکلوں میں گہرا ربط تلاش کیا اور ان گنت شکلوں کا سراغ لگایا پھر جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے چوری اور گداگری میں یہی ہوتا ہے کہ آدمی محنت اور مشقت کی بجائے ایسی ایسی شیطانی حرکتیں کرتا ہے جس کی نہ ضمیر اجازت دیتا ہے نہ مذہب اس کو پسند کرتا ہے' امام صاحب موصوف نے دوران تحریر گداگری کی چند ایسی مخفی صورتوں کو بھی اجاگر کیا جس سے سماجی بیماریوں پر ان کی گہری نظر کا ثبوت ملتا ہے' چنانچہ یہ انہی کی بالغ نظری تھی کہ انہوں نے علم وبصیرت سے خالی مگر دلنشین وعظ گوئی کو گداگری کی ایک صنف قرار دیا جبکہ عام لوگوں کے ذہن پر ان کی طرف سے حسن ظن کا دبیز پردہ پڑا ہوا ہے۔